



خواجہ غریب نواز اور

درس

ایمان وعمل

مولانا
محمد عبدالمبین نعمانی قادری مدظلہ العالی

خواجہ غریب نواز اور درس ایمان و عمل

محمد عبدالمبین نعمانی قادری

خواجۂ خواجگاں، سلطان الہند عطاے رسول سیدنا معین الدین حسن اجمیری علیہ الرحمۃ والرضوان (متوفی ٦ / رجب ٦٣٣ھ) کی شان بڑی نرالی اور عظیم ہے۔ ہندوستان میں ان کی تشریف آوری سے اسلام کو بہت فروغ ملا۔ سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامتوں نے یہاں کے جادوگروں اور ہندو جوگیوں کو مات دیا، دوسرے یہ کہ آپ کے اعمالِ صالحہ نے ان کے دلوں میں وہ اثر کیا کہ جوق در جوق کفار ہند حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔

حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مقامات سلوک کیسے حاصل کیے، کیسے کیسے بزرگوں سے ملے اور خود پیر و مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کیسی خدمت کی، یہ باتیں قابلِ غور اور لائقِ توجہ ہیں۔ حضرت خواجہ نے بیس سال تو اپنے مرشد کی خدمت میں گزارے اور سیر و سیاحت کرتے رہے۔ مرشد سے جدا ہونے کے بعد بھی کافی عرصے تک سیاحت کی اور اولیاء اللہ کے ارشادات و فرمودات سے متمتع ہوتے رہے۔ کشف و کرامات کے واقعات تو بہت سی کتابوں میں ملیں گے جن سے خواجۂ خواجگاں کی عظمت ولایت کا ضرور پتہ چلتا ہے مگر میں یہاں حضرت خواجہ کی زندگی اور سیاحت کے وہ واقعات بیان کرنا چاہتا ہوں جن سے خود حضرت خواجہ نے بڑا سبق حاصل کیا اور جن سے متاثر ہو کر آپ نے اپنی زندگی میں نکھار پیدا کیا، تا کہ ہم بھی اپنی زندگی میں انقلاب لائیں اور ان واقعات سے سبق لیں۔

تولد: حضرت خواجہ سیستان یا سجستان ملک خراسان میں ٥٣٧ھ میں پیدا ہوئے اور سجستان ہی کی نسبت سے آپ کو سجزی کہا جاتا ہے جو بگڑ کر سنجری ہو گیا ہے۔ تقریباً سبھی تذکرہ نویس اس پر متفق ہیں کہ سنجری غلط اور سجزی صحیح ہے۔ حضرت خواجہ کی عمر ١٥ / سال کی تھی کہ والد گرامی سید غیاث الدین حسن علیہ الرحمہ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت خواجہ کی تاریخِ ولادت و وفات مین بہت اختلافات ہیں۔ زیادہ تر تذکرہ نویسوں نے وفات کی تاریخ ٦ / رجب ٦٣٣ھ لکھی ہے اور ولادت میں کچھ زیادہ اختلافات ہیں۔ بلکہ کئی تذکرہ نویسوں نے تو ولادت کا تذکرہ ہی نہیں کیا ہے۔ میں اختصار کے پیش نظر اس تفصیل میں جانا نہیں چاہتا۔

والد کے انتقال کے بعد حضرت خواجہ نے وراثت میں ملے باغ کی رکھوالی شروع کر دی۔ ایک روز ایک بزرگ مجذوب ابراہیم قندوری نامی تشریف لائے۔ حضرت خواجہ نے انگور کے خوشے پیش کیے۔ آپ نے انگور نہ کھائے، اور کھلی کے ایک ٹکرے کو دانتوں سے چبا کر خواجہ کے منہ میں ڈال دیا۔۔ اس کھلی کا کھانا تھا کہ حضرت خواجہ کا دل انوارِ الٰہی سے روشن ہو گیا۔ دنیاوی علائق کو چھوڑ کر طلبِ مولا میں لگ گئے۔ بخارا و سمرقند جا کر سب سے پہلے علومِ ظاہری سے اپنے کو آراستہ کیا۔ پھر سمرقند سے روانہ ہو کر عراق پہنچے اور قصبہ ہارون میں شیخ عثمان ہارونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی، آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ بیعت کے وقت مرشد نے وضو کرایا، دو رکعت نماز پڑھوائی، پھر قبلہ رخ ہو کر سورہ بقرہ پڑھنے کو کہا، اس کے بعد اکیس بار درود شریف پڑھوایا اور ساٹھ بار سبحان اللہ، پھر آسمان کی طرف چہرۂ مبارک اٹھا کر اور خواجہ غریب نواز کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ میں نے تجھ کو خدا تک پہنچایا اور اس کی بارگاہ کا مقبول کیا۔ پھر سر کے بال ترشوائے اور کلاہ چہار ترکی اور گلیم خاص عطا فرمایا۔ یہ ترَکی ترک سے ہے یعنی چھوڑنا، یہ چار ترکیاں ہیں۔ صاحب خزینۃ الاصفیا نے اس کی تفصیل اس طرح کی ہے: (١) ترک دنیا (٢) ترک عقبیٰ یعنی ذاتِ حق ہی مقصود ہو نہ کہ عقبیٰ (٣) ترک خواب و خوراک، مگر اس قدر کہ ضروری ہو۔ (٤) ترک خواہشاتِ نفس۔

آپ کے سلسلۂ طریقت میں ساتویں پشت میں حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی قصبہ چشت کے رہنے والے تھے، اسی لیے چشتی کہلائے اور پھر آپ کا سلسلہ ہی چشتیہ مشہور ہو گیا۔ چشت خراسان میں ہرات کے قریب واقع ہے۔

اکثر تذکرہ نویسوں کا کہنا ہے کہ حضرت خواجہ نے بیس سال تک اپنے مرشد کی خدمت کی، حتیٰ کہ سفر میں بستر اور دیگر ضروری سامان سر پر رکھ کر چلتے۔ دورانِ سفر مرشد نے عجیب عجیب بزرگوں سے ملاقات کرائی۔ چناں چہ مرشد کی معیت میں سیوستان پہنچے، شیخ صدرالدین محمد سیوستانی سے ملنے ان کے عبادت خانے میں گئے اور کئی روز وہاں گزارے، ان کے استغراق کا عجیب عالم تھا، اور قبر کا حال سنتے ہی بید کی طرح کانپتے اور روتے، یہاں تک کہ ان کی آنکھوں سے خون بہنے لگتا، جیسے کسی چشمے سے پانی بہتا ہو، سات سات روز تک روتے ہی رہتے، ایسا روتے کہ دیکھ کر دوسروں کو رونا آجاتا۔ ایک موقع پر حضرت خواجہ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا۔

"اے عزیز! جس کو موت آنے والی ہو، اور اس کا حریف ملک الموت ہو، اس کو سونے، ہنسنے اور خوش رہنے سے کیا کام۔"

اس کے بعد فرمایا:

"اے عزیز! اگر تمھیں ان لوگوں کا ذرا بھی حال معلوم ہو جائے، جو زمین کے نیچے ایسی کوٹھری میں سوتے ہیں، جس میں سانپ بچھو بھرے ہوئے ہیں، تو اس کو معلوم کرتے ہی تم اس طرح پگھل جاؤ، جیسے پانی میں نمک پگھل جاتا ہے۔"

پھر انھوں نے فرمایا:

"ایک وقت میں ایک بزرگِ کامل کے ساتھ بصرہ کے ایک قبرستان میں بیٹھا ہوا تھا، اور پاس ہی ایک قبر میں مردہ پر عذاب ہو رہا تھا۔ ان بزرگ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو زور سے نعرہ مارا اور زمین پر گر پڑے، میں نے ان کو اٹھانا چاہا مگر ان کی روح قالب سے پرواز کر چکی تھی، اور پھر تھوڑی ہی دیر میں ان کا سارا جسم پانی بن کر بہہ گیا۔ اس دن سے مجھ پر بھی قبر کی بڑی ہیبت طاری ہے۔ اس لیے اے عزیز! دنیا میں مشغول نہ ہونا، کہ حق سے غافل ہو جاؤ۔ (دلیل العارفین)

اب بدخشاں کا ایک عبرت آموز واقعہ سماعت کریں۔ حضرت خواجہ جب بدخشاں پہنچے تو وہاں کی خانقاہ میں ایک بزرگ کو دیکھا جن کا ایک پاؤں کٹا ہوا تھا۔ ان سے باتیں ہوئیں تو فرمایا کہ اس خانقاہ میں عبادت کرتا تھا کہ ایک روز نفسانی خواہش میں مبتلا ہو کر باہر نکلنا چاہا۔ جیسے ہی ایک پاؤں باہر نکالا، ندا آئی، اے پابندِ عہد! اتنے ہی میں بھول گیا؟ یہ سن کر اس پاؤں کو چھری سے کاٹ کر پھینک دیا، اور چالیس سال سے عالمِ تحیر میں ہوں کہ قیامت کے دن درویشوں کے ساتھ خدا کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ (انیس الارواح)

اپنے مرشد گرامی کے ساتھ خواجہ غریب نواز نے حرمین طیبین کی زیارت کا شرف بھی حاصل کیا۔ مرشد نے خدا اور اس کے رسول کی بارگاہ میں اپنے محبوب مرید کے لیے دعائیں کیں، پھر مرشد نے خود سنا کہ "معین الدین دوست ماست اورا قبول کردم و برگزیدم۔"

معین الدین ہمارا دوست ہے، اس کو قبول کیا اور برگزیدگی عطا کی۔ پھر مدینہ منورہ ہی سے حضرت خواجہ کو ہندوستان جانے کی بشارت ملی۔ (سیدالاقطاب و مونس الارواح)

حضرت خواجہ غریب نواز کو اپنے مرشد سے بے پناہ عقیدت تھی، جس کا صلہ ان کو یہ ملا کہ مرشد نے ان کو بھی اپنا بنا لیا۔ چناں چہ آپ کے مرشدِ گرامی فرماتے ہیں۔ "معین الدین محبوبِ خداست مرا فخر است بر مریدی او" (معین الدین خدا کا محبوب اور مجھ کو اس کی مریدی پر فخر ہے)۔ (سفینۃ الاولیا، مونس الارواح)

بھلا جسے مرشد چاہیں اور فخر کریں، اس کے مقام و مرتبے کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ مرشد سے جدائی کے بعد بھی حضرت خواجہ سیر و سیاحت میں مصروف رہے۔ اپنے عہد کے مشاہیر اولیاء اللہ سے ملاقاتیں کیں۔ سنجان میں حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ (م:۶۱۸ھ) کی خدمت میں حاضری دی اور ڈھائی برس قیام کیا۔ جیل آئے تو حضرت غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م:۵۶۱ھ) کے یہاں ستاون روز قیام کیا اور فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوئے۔ بغداد جاکر حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی (م:۶۳۲ھ) کے پیر و مرشد شیخ ضیاء الدین کی صحبت میں رہے۔

قیامِ بغداد کے دوران دجلہ کے کنارے ایک خانقاہ میں گئے جہاں ایک بزرگ مقیم تھے۔ حضرت خواجہ نے ان کو سلام کیا، اشارے سے انھوں نے جواب دیا اور بیٹھ جانے کو کہا۔ جب حضرت خواجہ بیٹھے تو وہ بزرگ گویا ہوئے، مجھے پچاس سال ہوئے کہ مخلوقِ خدا سے جدا ہو کر یہاں بیٹھا ہوں، جیسے تم سفر کرتے ہو، میں بھی ویسے ہی سفر کیا کرتا تھا، سفر کے دوران میرا گزر ایک شہر میں ہوا، جہاں ایک مال دار شخص لوگوں سے معاملات میں سختی کیا کرتا تھا اور گاہکوں کو ستاتا تھا۔ بس میں خاموشی سے گزر گیا، اس کو کچھ تنبیہ نہ کی۔ ندائے غیبی آئی۔ اگر تو خدا کے لیے اس مردار دنیا سے باز رہنے کی تلقین کرتا اور اس کو سختی کرنے سے منع کرتا تو وہ تیری بات مان جاتا اور ظلم سے باز آتا۔ جس روز سے میں نے یہ آواز سنی ہے، بہت شرمندہ ہوں اور اسی وقت سے اس خانقاہ میں مقیم ہوں۔ کبھی اس سے باہر قدم نہیں نکالا۔ مجھے اس بات کا بڑا خوف ہے کہ قیامت کے

دن اگر اس معاملے میں سوال ہوا تو کیا جواب دوں گا۔ میں نے اسی تاریخ سے قسم کھالی ہے کہ کہیں نہیں جاؤں گا، تاکہ میری نظر کسی چیز پر پڑے اور میں اس سے متعلق پوچھا جاؤں۔ (دلیل العارفین)

کرمان میں ایک بزرگ سے ملے جن کے بدن پر گوشت نہ تھا، باتیں بہت کم کرتے، سوچا ان کا حال پوچھوں، تو خود ہی بزرگ نے روشن ضمیری سے جان لیا اور فرمایا۔ ایک روز میں اپنے ایک دوست کے ساتھ قبرستان گیا۔ اتفاقاً اسی دوست سے لہوولعب کی کوئی بات نکلی، جس پر میں نے ہنس دیا۔ فوراً میرے کان میں آواز آئی، جس کا حریف ملک الموت ہو اور زیر زمین سانپ بچھو کے درمیان جس کا گھر ہو، اس کو ہنسی سے کیا سروکار۔ جب اس کو سنا فوراً دوست سے جدا ہوا، گھر آیا۔ اور پھر اس غار میں گوشہ نشین ہو گیا۔ اس دن سے میرے اوپر بڑی ہیبت ہے کہ آج چالیس سال ہوئے نہ میں ہنسا ہوں، نہ ہی آسمان کی طرف منہ اٹھا کر دیکھا۔ شرمندہ ہوں کہ کل قیامت کے دن اگر سوال ہوا تو کیا منہ دکھاؤں گا اور کیا جواب دوں گا۔ (فوائد السالکین)

اس کے علاوہ اور بھی واقعات ہیں جنھیں اختصار کے پیش نظر ترک کیا جا رہا ہے۔ ان کے علاوہ زیر زمین آرام فرما بزرگوں کی زیارت سے بھی مشرف ہوتے رہے۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری (مصنف کشف المحجوب) کے آستانے پر لاہور شریف حاضری دی۔ شیخ ابو یوسف ہمدانی (م ۵۳۵ھ) حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی (م ۴۲۵ھ) اور حضرت شیخ عبد اللہ انصاری (م ۴۸۱ھ) کے مزارات پر حاضری دی، مراقبہ کیا، فیوض و برکات حاصل کیے۔ سیر العارفین میں لکھا ہے جب حضرت شیخ عبد اللہ کے مزار پر شب بیداری کرتے تو عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے۔

حضرت خواجہ قدس سرہ فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ میں شام کے قریب ایک شہر میں تھا، اس کے باہر ایک غار تھا، جس میں ایک بزرگ شیخ محمد الواحد غزنوی علیہ الرحمہ رہتے تھے۔ جن کے جسم پر چمڑا ہی چمڑا تھا، گوشت کا نام بھی نہ تھا۔ سجادے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور دو شیر ان کے پاس کھڑے تھے۔ جب ان کی نگاہ مجھ پر پڑی، فرمایا: آجاؤ ڈرو نہیں، جب میں پاس گیا تو آداب بجالا کر بیٹھ گیا۔ فرمایا: اگر تو کسی کا ارادہ نہ کرے گا تو وہ بھی تیرا ارادہ نہ کرے گا، یعنی شیر کی کیا ہستی ہے کہ تو اس سے ڈرتا ہے۔

پھر فرمایا: جب تیرے دل میں خوف خدا ہوگا تو سب تجھ سے ڈریں گے، شیر کی کیا حقیقت ہے۔ پھر پوچھا، کہاں سے آنا ہوا۔ عرض کیا، بغداد سے۔ فرمایا: آنا مبارک ہو، لیکن لازم ہے کہ تو درویشوں کی خدمت کرے تاکہ بزرگ بن جائے۔ سنو! مجھے اس غار میں رہتے کئی سال گزر گئے۔ یہاں میں تنہا گوشہ نشینی اختیار کیے ہوئے ہوں اور مخلوق سے دور ہوں۔ اور تیس سال سے ایک چیز کے لیے رو رہا ہوں اور رات دن خوف زدہ رہتا ہوں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں، میں نے پوچھا، وہ کیا ہے؟ فرمایا: جب میں نماز ادا کرتا ہوں تو اپنے آپ کو دیکھ کر روتا ہوں کہ اگر شرائط نماز میں ذرا بھی کوتاہی ہوئی تو نماز گئی۔ اور جب نماز گئی تو سب کچھ گیا۔ پھر کہیں یہ نماز قیامت کے دن میرے منہ پر نہ ماردی جائے۔ تو اے درویش! اگر تو نماز کے حقوق سے عہدہ برآ ہو جائے تو واقعی تو نے بڑا کام کیا، ورنہ تیری عمر ضائع ہی ہوگی۔ پھر یہ حدیث بیان فرمائی کہ رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ: اللہ کے نزدیک کوئی گناہ دنیا میں اور کوئی دشمن قیامت میں اس سے بڑھ کر نہیں کہ آدمی نماز کو شرائط کی پابندی کے ساتھ ادا نہ کرے۔

پھر فرمایا: میرے بدن پر جو ہڈیاں اور چمڑہ دکھائی دیتا ہے، یہ اس سبب اور خوف سے ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ آیا مجھ سے نماز کا حق ادا ہوا یا نہیں۔

اس کو بیان کر کے حضرت خواجہ قدس سرہ نے فرمایا: ان بزرگ کی ساری گفتگو کا لب لباب یہ تھا کہ نماز کا معاملہ بڑا اہم ہے۔ اگر سلامتی کے ساتھ اس سے عہدہ برآ ہو سکے تو نجات پا جائے گا ورنہ شرمندگی ہاتھ آئے گی اور منہ دکھانے کے لائق نہ ہوگا۔ (دلیل العارفین مجلس دوم)

اس کے بعد حضرت خواجہ نے آبدیدہ ہو کر نماز کی مزید اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

نماز دین کا رکن ہے اور رکن ستون کو کہتے ہیں، جب ستون قائم رہے گا تو گھر بھی برقرار رہے گا اور اگر ستون ہی نکل جائے گا تو گھر بھی گر پڑے گا۔ جب نماز کے اندر فرض، سنت اور رکوع وسجود میں خلل پڑے گا تو حقیقت اسلام میں خلل آجائے گا، کیوں کہ نماز ہی دین کا ستون ہے۔

اور فرمایا: اللہ تعالی نے کسی عبادت میں ایسی تاکید نہیں کی جیسی تاکید وتشدید (سختی) نماز کے بارے میں کی ہے۔ پھر تفسیر کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

قیامت کے روز پچاس مختلف مقامات پر مختلف سوالات ہر آدمی سے ہوں گے۔ پہلے مقام پر ایمان کے بارے میں سوال ہوگا، اگر اس کا صحیح جواب نہ دے سکا تو وہیں سے سیدھے جہنم بھیج دیا جائے گا۔ پھر دوسرے مقام پر نماز اور دیگر فرائض کا سوال ہوگا۔ اگر صحیح جواب دے سکا

تو بہتر ورنہ وہیں سے سیدھے دوزخ میں بھیج دیا جائے گا۔ پھر تیسرے مقام پر سنتِ نبوی کی بابت سوال ہوگا، اگر ان سے عہد برآ ہو سکا یعنی صحیح ادا کیا تھا اور ٹھیک ٹھیک جواب دے دیا تو رہائی ملے گی ورنہ موکلوں کے ہاتھوں رسولِ پاک ﷺ کی بارگاہ میں مجرم بنا کر بھیجا جائے گا کہ یہ شخص آپ کی امت سے ہے، مگر اس نے سنت کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہے۔

حضرت خواجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اس بیان کو ختم کر چکے تو زار زار رونے لگے، اور فرمایا کہ افسوس اس شخص پر جو قیامت کے روز پیغمبرِ خدا ﷺ کے سامنے شرمندہ ہوگا، اور جو ان کی بارگاہ میں شرمندہ ہوگا، کہاں جائے گا؟ (دلیل العارفین)

ایک بار نماز قضا کر دینے کی گفتگو چل رہی تھی تو حضرت خواجہ بزرگ نے اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمایا، وہ کیسے مسلمان ہیں جو نماز وقت پر نہیں ادا کرتے اور اس قدر دیر کر دیتے ہیں کہ وقت ہی گزر جائے، یعنی قضا کر دیتے ہیں اور فرمایا ان کی مسلمانی پر بیس ہزار افسوس جو اللہ رب العالمین کی بندگی میں کوتاہی کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ نے فرمایا۔ میرا گزر ایک ایسے شہر سے ہوا جہاں یہ رسم تھی کہ وقت سے پہلے ہی لوگ نماز کے لیے تیار ہو جاتے تھے۔ میں نے پوچھا اس میں کیا حکمت ہے؟ کہا- وجہ یہ ہے کہ جب وقت ہو جلد نماز ادا کر لیں، جب پہلے سے تیار نہ ہوں گے تو شاید وقت گزر جائے اور نماز فوت ہو جائے۔ پھر کس منہ سے سرکار دوعالم شفیع امم ﷺ کے سامنے جائیں گے۔ کیوں کہ حدیث میں آیا ہے:

عَجِّلُوْا بِالتَّوْبَةِ قَبْلَ الْمَوْتِ وَعَجِّلُوْا بِالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْفَوْت.

مرنے سے پہلے توبہ کے لیے جلدی کرو، اور فوت (یعنی قضا) ہونے سے پہلے نماز میں جلدی کرو۔

پھر فرمایا کہ امام یحییٰ زندوسی رحمۃ اللہ علیہ کے روضے میں لکھا دیکھا ہے کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اکبر الکبائر الجمع بین الصلوٰتین.

یعنی سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ فرض نماز میں اس قدر تاخیر کی جائے کہ وقت گزر جائے اور پھر دو نمازیں اکٹھا ادا کرنی پڑیں۔ (دلیل العارفین)

اس کے بعد چند احادیث نماز کی فضیلت میں بیان کر کے فرمایا: ایک مرتبہ حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے صبح کی نماز قضا ہوگئی، تو اس قدر روئے اور آہ وزاری کی کہ بیان نہیں کی جا سکتی۔ آواز آئی کہ اے بایزید! ایک نمازِ فجر کے فوت پر تو نے اس قدر آہ و زاری کی، جا میں نے تیرے اعمال میں ہزار نمازوں کا ثواب لکھ دیا ہے۔

پھر فرمایا۔ ایک مرتبہ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام کی (یعنی مغرب کی) نماز ادا کی، جب آسمان کی طرف دیکھا تو ستارہ دکھائی دینے لگا۔ نہایت غم زدہ ہوئے، اندر گئے اور اس کے کفارے میں ایک غلام آزاد کیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ حکم ہے جب سورج غروب ہو جائے تو فوراً نماز ادا کرو، ایسا کرنا سنت ہے۔

اس کے بعد ایک واقعہ یہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ بغداد کی جامع مسجد میں ایک ذاکر مولانا عماد الدین بخاری رہتے تھے، نہایت صالح اور نیک مرد تھے۔ یہ حکایت میں نے ان سے سنی کہ ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دوزخ کے بارے میں فرمایا کہ اے موسیٰ! میں نے دوزخ میں ایک وادی "ھاویہ" پیدا کی ہے جو ساتواں دوزخ ہے۔ اور سب سے زیادہ خوف ناک و سیاہ ہے۔ اس کی آگ بھی سیاہ اور نہایت سخت ہے۔ اس میں سانپ بچھو بہ کثرت ہیں۔ وہ ایسے گندھک کے پتھروں سے ہر روز تپایا جاتا ہے کہ اس گندھک کا ایک قطرہ دنیا میں آ جائے تو تمام پانی ہی خشک ہو جائے۔ اور تمام پہاڑ اس کی تیزی سے گل جائیں اور اس کی گرمی سے زمین پھٹ جائے۔ اے موسیٰ! ایسا عذاب دو شخصوں کے لیے بنایا ہے۔ ایک وہ جو نماز ادا نہیں کرتا، دوسرے وہ جو میرے نام کی جھوٹی قسم کھاتا ہے۔

پھر فرمایا: ایک بزرگ خواجہ محمد اسلم طوسی نے ایک مرتبہ کسی کام کی خاطر سچی قسم کھائی۔ اس وقت وہ حالتِ سکر میں تھے، جب حالتِ صحو میں آئے، پوچھا، کیا آج میں نے قسم کھائی ہے۔ کہا گیا، ہاں۔ فرمایا: چوں کہ آج سچی قسم کھانے پر میرے نفس نے جرأت کی ہے کل جھوٹی قسم کی جرأت کرے گا، اس لیے بہتر ہے کہ جب تک مین زندہ رہوں بات ہی نہ کروں۔ اس کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے، لیکن کسی سے کلام نہ کیا کہ یہ اس سچی قسم کا کفارہ تھا جو انھوں نے ایک مرتبہ کھائی۔ اس کے بعد کسی نے پوچھا کہ اگر ان کو ضرورت پڑتی تھی تو کیا کرتے تھے، فرمایا: اشاروں سے کام لیتے تھے۔ (دلیل العارفین، مجلس سوم)

یہ واقعات اور ارشادات ان عقیدت مندانِ خواجہ غریب نواز کے لیے درسِ عبرت ہیں جو صرف خواجہ کا دم بھرتے ہیں مگر عمل کے میدان میں کورے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوبوں اور بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے اور ان سے عبرت لینے کی توفیق دے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلاۃ وآلہ والتسلیم۔ ☆☆☆☆

یہ مضمون ماہنامہ اشرفیہ ,مبارکپور ,انڈیا (جون 2011) سے لیا گیا ہے